خطاب خاص

فضائلِ علم، حدیثِ نیت اور حدیثِ مسلسل بالاولیۃ

سے متعلق ایک پر مغز خطاب: حضرت مولانا مفتی رضاء الحق مدظلہم

ضبط وترتیب: محمد احمد عبداللہ
متعلم تخصص فی الفقہ، جامعہ بنوری ٹان

مورخہ ۲۷/ ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ/ ۱۳/دسمبر بروز اتوار حضرت مولانا مفتی رضا الحق صاحب مدظلہ سابق استاذِ جامعہ وحال شیخ الحدیث ورئیسِ دارالافتادارالعلوم زکریا، جنوبی افریقہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن تشریف لائے، اس موقع پر حضرت نے دارالحدیث میں اساتذہ وطلبہ کے مجمع سے پر مغز خطاب فرمایا، جسے ریکارڈنگ سے کاغذ پر منتقل اور مرتب کر کے افادہ عام کے لیے نذرِ قارئین کیا جارہا ہے۔(مرتب)

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام عل اشرف المرسلین محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ واتباعہ وازواجہ اجمعین .اما بعد:فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم:الراحمون یرحمھم الرحمٰن، ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء.او کما قال النبی صل اللّٰہ علیہ وسلم .رواہ ابو داود .

محترم طلبہ کرام اور اساتذہ کرام! اس مادرِ علمی میں بیان کرتے وقت یا کچھ کہتے وقت یقیناً مجھ پر ایک رعب طاری ہوجاتا ہے؛ اس لیے کہ یہ میری مادرِ علمی ہے، اس میں بڑے بڑے مشائخ اور حضرات موجود ہیں، ان کی موجودگی میں کچھ کہنا یا کچھ پڑھانا میرے لیے مشکل ہے، لیکن الامر فوق الادب کے تحت میں آپ حضرات کے سامنے بیٹھ گیا ہوں۔

علم کی مال پر فضیلت کی چھ وجوہات:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ آپ حضرات کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے علمِ دین کی نعمت عطا فرمائی ہے، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت تصوف کی کتابوں میں مروی ہے کہ علم کو مال پر بہت سی وجوہات کی بنا پر فضیلت حاصل ہے :

☆...... نمبر ایک یہ ہے کہ علم، انبیا علیہم السلام کی میراث ہے اور مال ،انبیا علیہم السلام کی وراثت نہیں۔ مال،انبیا علیہم السلام اور دوسرے سب لوگوں کو ملا ہے، قارون کو بھی مال ملا تھا،تو یہ مال انبیا علیہم السلام کی میراث نہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آواز لگائی ،اگر چہ اس روایت کی سند میں کلام ہے،فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث مسجد میں تقسیم ہو رہی ہے ، اس کے لیے تم حاضر ہو جاؤ!لوگ دوڑے دوڑے مسجد کی طرف آئے ،مسجد میں ایک جگہ علم کی مجلس لگی ہوئی تھی ،دوسری جگہ ذکر کی مجلس تھی ، تیسری جگہ مذاکرہ کی مجلس تھی ،لوگوں نے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کہاں تقسیم ہو رہی ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیا علیہم السلام کی میراث یہی علم ہے۔ابوداود میں وہ حدیث تو آپ کو معلوم ہے :**"ان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درھما، بل انما ورثوا العلم، فمن اخذہ اخذ بحظ وافر"**،ترجمہ کی آپ حضرات کو ضرورت نہیں۔تو نمبر ایک یہ ہے کہ علم،انبیا علیہم السلام کی میراث ہے۔

☆......نمبر دو یہ ہے کہ علم اللہ تعالی کو محبوب ہے،اس لیے کہ علم سے مراد وہ علم ہے جس علم کے ساتھ عمل ہو،اور علم جب عمل کے ساتھ جمع ہو جائے تو یہ اللہ تعالی کو محبوب ہے۔علماء فرماتے ہیں: **"العلم بلا عمل عقیم، والعمل بلا علم سقیم ، وکلاھما طریق مستقیم ."**علم عمل کے بغیر بانجھ ہے اور عمل بغیر علم کے مریض ہے؛اس لیے کہ عمل نہ ہو تو علم کا کیا فائدہ؟ اور علم اور عمل دونوں جمع ہو جائیں تو یہ طریق مستقیم ہے،اور یہ بھی فرماتے ہیں:

من تفقه ولم يتصوف فقد تفسق، ومن تصوف ولم يتفقه فقد تزندق، ومن جمع بينهما فقد تحقق یا فقد حقق.

جو فقیہ بن جائے اور سیکھنے کے لیے عمل نہیں کرتا تو وہ فاسق بن جائے گا اور جو عمل کرتا ہے،اس کے پاس علم نہیں ،بغیر علم کے اپنی جہالت کو امام بنایا تو وہ زندیق بن جائے گا اور جو دونوں کو جمع کرے تو وہ محقق اور بہتر بن جائیگا،تو جو علم عمل کے ساتھ ہو وہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے،اور مال محبوب بھی بن سکتا ہے،مبغوض بھی بن سکتا ہے،تو یہ نمبر دو ہے۔

☆......نمبر تین یہ ہے کہ علم آدمی کے لیے حافظ ہے،حفاظت کرتا ہے اور مال محفوظ ہے،حافظ نہیں، مال کی حفاظت آپ کو کرنی پڑے گی تو علم حافظ ہے، جو علم حاصل کرے۔اللہ تعالیٰ اس کو بہترین گزارہ کرائے گا اور وہ بہتر ین زندگی گزارے گا،اس لیے بعض علما نے فرمایا ہے کہ عالم کو اللہ تعالی اجناس بہت دیتے ہیں ، عالم کو مال کبھی ملتا ہے،کبھی نہیں ملتا،اس لیے کہ عالم کو مال مل جائے تو ممکن ہے کہ راستے سے ہٹ جائے اور علم کا راستہ چھوڑ دے، مال کا مقصد اجناس ہیں، اچھا کھانا پینا ،اچھا جوتا ،اچھی کوٹھی ، اچھی گھڑی ، یہ سب اللہ تعالی علماء کو دیتے ہیں،تو علم حافظ ہے اور مال محفوظ ہے،اس کی حفاظت کرنی پڑے گی ،اس کے لیے رات کو جاگنا پڑے گا،تو یہ نمبر تین ہے۔

☆......نمبر چار یہ ہے کہ علم جب عمل کے ساتھ ہوتو اس کا حساب کتاب نہیں اور مال کا حساب کتاب ہوگا، کہاں سے کمایا؟ کتنا کمایا؟ کہاں خرچ کیا؟ زکوٰۃ نکالی یا نہیں؟ صدقہ دیا یا نہیں؟ اور جب علم عمل کے ساتھ ہوتو یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ آپ نے افغانستان کے طالبِ علم کو کیوں پڑھایا؟ آپ نے مصر کے طالبِ علم کو کیوں پڑھایا؟ اس کا حساب دیں، تو یہ نمبر چار ہے۔

☆......نمبر پانچ علم باقی الذکر ہے اور مال باقی الذکر نہیں، کتنے مال دار مر جاتے ہیں، لیکن کوئی ان کو پوچھتا نہیں، اور جو علم عمل کے ساتھ ہو اس کا ذکر، اس کی شہرت اور اس کا نام باقی رہتا ہے، لوگ اس کے لیے دعا کرتے ہیں، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ جو اس جامعہ کے بانی ہیں، روزانہ ان کے لیے دعائیں ہوتی ہیں، روزانہ ان کا ذکر ہوتا ہے، وفات کے بعد بھی وہ ایسے ہیں جیسے وفات پائی ہی نہ ہو، تو علم باقی الذکر ہے اور مال فاقد الذکر ہے، کتنے مالدار مر گئے بس چلے گئے، تو یہ نمبر پانچ ہے۔

☆......نمبر چھ یہ ہے کہ مال خرچ کرنے سے کم ہوجاتا ہے اور علم خرچ کرنے سے بڑھ جاتا ہے، علم کو پھیلاتے جائیں، پھیلاتے جائیں، آپ کا علم خود بخود اتنا مضبوط ہوجائے گا، یہ چھے نمبر ہیں جو علم اور مال میں فرق کرنے کے لیے ہیں۔ الحمدللہ اللہ تعالی نے آپ حضرات کو علم کے لیے قبول فرمایا ہے۔

"حدیثِ مسلسل بالاولیۃ " کی سند اور تشریح:

میں نے آپ حضرات کے سامنے جو حدیث پڑھی، آپ کو دوسرے اساتذہ نے بھی پڑھائی ہوگی، لیکن ہمارے شیخ حضرت مفتی محمود حسن رحمہ اللہ کا یہ طریقہ یہ تھا کہ وہ حدیث کی مجلس میں اس حدیث کو سب سے پہلے بیان فرماتے تھے: **"الراحمون یرحمھم الرحمٰن، ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء."** اس حدیث کو "حدیثِ مسلسل بالاولیۃ " کہتے ہیں۔ ہم نے اپنے شیخ حضرت مفتی محمود حسن رحمہ اللہ سے سب سے پہلے یہ حدیث سنی، انہوں نے حضرت مولانا زکریا رحمہ اللہ سے سب سے پہلے یہ حدیث سنی، انہوں نے اپنے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد رحمہ اللہ سے سب سے پہلے یہ حدیث سنی، انہوں نے اپنے شیخ حضرت مولانا عبدالقیوم بڈھانوی رحمہ اللہ سے سب سے پہلے یہ حدیث سنی۔ یہ مولانا عبدالقیوم بڈھانوی رحمہ اللہ، حضرت مولانا عبدالحئ بڈھانوی رحمہ اللہ کے صاحبزادے تھے، مولانا عبدالحئ بڈھانوی رحمہ اللہ وہی ہیں جو ہمارے علاقے میں بٹ خیلہ کے قبرستان میں مدفون ہیں، حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ اور حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ کے خاص لوگوں میں سے تھے، ان کو شیخ الاسلام کہا جاتا تھا اور حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کو حجۃ الاسلام کہتے تھے، مولانا عبدالقیوم صاحب بڈھانوی رحمہ اللہ ان کے صاحبزادے ہیں۔ مولانا عبدالقیوم بڈھانوی رحمہ اللہ کو حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق رحمہ اللہ سے اجازت

حاصل تھی، ان کو حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ سے اور ان کو حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ سے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے بعد والی اسانید ان کے رسائل ''الدر الثمین''، ''الفضل المبین'' اور ''النوادر'' میں مذکور ہیں۔ یہ کتاب حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری رحمہ اللہ کی تعلیقات اور حواشی کے ساتھ چھپی ہوئی ہے۔

"حدیثِ مسلسل بالاولیۃ کے فوائد:

علما لکھتے ہیں کہ "حدیثِ مسلسل بالاولیۃ " کے بہت سے فوائد ہیں، ان میں سے تین فوائد یہ ہیں:

☆......ایک فائدہ یہ ہے ''حدیثِ مسلسل'' میں انقطاع ختم ہو جاتا ہے؛ اس لیے کہ ہر ایک تلمیذ نے اپنے شیخ کی کیفیت کو بیان کیا ہے۔

☆...... دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ''حدیثِ مسلسل'' میں اس امت کے حدیث کے ساتھ اہتمام کا ذکر ہے کہ یہ امت، حدیث کی حفاظت کا کتنا زیادہ اہتمام کرتی تھی کہ متن اور سند کو تو چھوڑ یئے، متن اور سند کے علاوہ سند کی کیفیت کو بھی نقل کرتی تھی کہ اس سند کی کیا کیفیت ہے؟ تو اس میں اس امت کے حدیث کے ساتھ اہتمام کا ذکر ہے۔

☆......تیسرا فائدہ یہ ہے کہ ''حدیثِ مسلسل'' میں جو کیفیت ہے اس کیفیت کی نورانیت، ناقل اور تلمیذ میں منتقل ہو جاتی ہے؛ اس لیے کہ وہ کیفیت شیخ الشیخ سے شیخ کے پاس آئی، شیخ سے تلمیذ کے پاس آ گئی اور تلمیذ سے پھر تلمیذ التلمیذ کے پاس آ گئی، جیسے لائٹ میں اگر چہ کسی جگہ پر تار کا سلسلہ کمزور ہو، لیکن کمزور تار سے بھی لائٹ چل جائے گی اسی طرح ہم تو بہت کمزور ہیں، لیکن ہمارے مشائخ تو بہت اونچے درجے کے لوگ تھے تو انہی کے واسطے سے جو حدیث کی نورانیت ہے وہ بھی منتقل ہو جائے گی۔

"حدیثِ مسلسل" کی چھ قسمیں اور ان کی مثالیں:

حدیثِ مسلسل کی بہت سی قسمیں لوگوں نے بیان کی ہیں، لیکن میں ان کو چھ نمبر میں بند کرتا ہوں:

۱...... مسلسلِ قولی۔۲...... مسلسلِ فعلی۔۳...... مسلسلِ زمانی ۔۴...... مسلسلِ مکانی ۔۵......مسلسل بالحال العارض۔۶...... مسلسل بالحال الدائم۔

۱......"مسلسل قولی " جیسے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی سے فرمایا: "انا احبک"، پھر صحابی تابعی سے کہے: "انا احبک"، پھر تابعی تبع تابعی سے کہے: "انا احبک" علی ہذا القیاس یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔

۲......"مسلسلِ فعلی " کی مثال یہ ہے کہ صحابی کہے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی اور آپ نے میرے ساتھ مصافحہ کیا، پھر صحابی نے اپنے تلمیذ کے ساتھ مصافحہ کیا، تلمیذ نے پھر تلمیذ التلمیذ کیساتھ، اسی طرح آخر تک یہ مصافحہ کا سلسلہ چلتا رہا، یہ "مسلسلِ فعلی " ہے۔

۳......"مسلسلِ زمانی " کی مثال یہ ہے کہ صحابی کہے: عید کے دن میں نے یہ حدیث سنی، اسی طرح تلمیذ کہے: میں نے اپنے استاذ سے عید کے دن یہ حدیث سنی، پھر اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہے۔

۴......" مسلسلِ مکانی " کی مثال یہ ہے کہ صحابی کہے: میں نے یہ حدیث، مقامِ ابراہیم اور حجرِ اسود کے درمیان سنی، اور وہ اپنے تلمیذ کو اسی طرح سنائے، پھر تلمیذ اپنے تلمیذ کو اسی طرح سنائے، اس کو "مسلسلِ مکانی" کہتے ہیں۔

" مسلسلِ زمانی " سے متعلق حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کا ایک واقعہ:

" مسلسلِ زمانی" کے بارے میں حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں، جو انہوں نے اپنی کسی کتاب میں لکھا ہے، فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جدہ میں کسی کانفرنس میں شریک تھا، مجھے چار پانچ گھنٹے کا وقت مل گیا، میں نے ٹیکسی لی اور عمرے کے لیے چلا گیا، عمرے کے لیے جانے کے بعد جب سیڑھیوں سے اتر رہا تھا تو وہاں ایک طالبِ علم میرے انتظار میں کھڑا تھا، اس نے مجھ سے کہا: آپ کو شیخ یاسین فادانی یاد فرما رہے ہیں اور انہوں نے مجھ سے کہا ہے کہ آپ کو فلاں جگہ مولانا تقی صاحب ملیں گے، ان کو میرے پاس بلا کے لائیے۔ شیخ یاسین فادانی کو اساتذہ جانتے ہیں، آپ نہیں جانتے ہونگے، وہ جامع المسانید تھے، بڑے بڑے مشائخ ان کے پاس حدیث کی سند لینے جاتے تھے، اصلاً انڈونیشیا کے تھے اور مکہ مکرمہ میں مقیم تھے۔ مولانا تقی صاحب نے فرمایا: شیخ کو کیسے پتہ چلا کہ میں آیا ہوں؟ طالبِ علم نے کہا: یہ تو مجھے معلوم نہیں، لیکن شیخ نے مجھے یہ بتایا ہے کہ آپ فلاں دروازے کے پاس کھڑے ہو جائیں، وہاں آپ کو تقی صاحب ملیں گے، ان کو لائیے گا۔ جب مولانا تقی صاحب شیخ کے پاس پہنچے تو شیخ یٰسین فادانی نے فرمایا: اصل میں میرے پاس ایک حدیث " مسلسل بیوم عاشورا " ہے اور آج عاشورا کا دن ہے، میں نے سوچا کہ آپ کو بلاؤں اور آپ کو " حدیثِ مسلسل بیوم عاشورا" کی اجازت دوں؛ اس لیے کہ یہ دن سال میں ایک مرتبہ آتا ہے، معلوم نہیں آئندہ سال آپ زندہ ہونگے یا نہیں، میں زندہ رہوں گا یا نہیں، زندہ ہونگے تو یہاں موجود ہونگے یا نہیں؛ اس لیے میں نے آپ کو تکلیف دی، مولانا تقی صاحب نے فرمایا: حضرت ! آپ کو پتہ کیسے چلا کہ میں آیا ہوں؟ وہ فرمانے لگے: بس باقی باتوں کو چھوڑ دیں، آپ حدیث کی اجازت لیں۔ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ الہام فرماتے ہیں اور وہ الہام اعلیٰ درجے کا ہوتا ہے، بہر حال یہ "مسلسلِ زمانی" اور "مسلسلِ مکانی " آپ حضرات کو سنائی۔

۵......" مسلسل بالحال الدائم "، جیسے تلمیذ کہے: میں نے اپنے شیخ سے سنا: "وکان اعمی"، انہوں نے اپنے شیخ سے سنا: "وکان اعمی"، یہ اعمی اعمی کا سلسلہ حالتِ دائمہ ہو کہ سب کے سب نابینا ہوں، بینا نہ ہوں بینا نہیں بنتا۔

٦......"مسلسل بالحال العارض"، جیسے صحابی کہے: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا:"وکان متبسماً "او راسی طرح تبسم کی یہ کیفیت آخر تک چلتی رہے،اس کو"مسلسل بالحال العارض" کہتے ہیں ؛ کیونکہ تبسم کبھی ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔ تو بہرحال میں نے آپ حضرات کو"حدیثِ مسلسل بالاولیت "سنائی، جوہم نے اپنے شیخ حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ سے بارہا سنی ہے، مفتی عبدالرؤف صاحب غزنوی نے بھی کافی مرتبہ سنی ہوگی۔

"حدیث النیۃ" اوراس کی تشریح:

ان حضرات نے فرمایا ہے کہ میں بخاری شریف کی پہلی حدیث بھی پڑھ دوں اور جو طلبہ ہیں ان کو اجازت دیدوں:

"باب: کیف کان بدء الوحی ل رسول اللّٰہ -صلی اللّٰہ علیہ وسلم، وقول اللّٰہ عزوجل: انا اوحینا الیک کما ا وحینا الی نوح والنبیین من بعدہ، وبہ قال: حدثنا الحمیدی قال: حدثنا سفیان قال: حدثنا یحیی بن سعید الانصاری قال: اخبرنی محمد بن ابراھیم التیمی انہ سمع علقمۃ بن وقاص اللیثی یقول: سمعت عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ وعنھم علی المنبر، یقول: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: انما الاعمال بالنیات، اونما لامریء مانویٰ، فمن کانت ھجرتہ الیٰ دنیا یصیبھا ."اور دوسری جگہ کتاب الایمان میں پوری حدیث مذکور ہے کہ "انما الاعمال بالنیات، وانما لامریء ما نوی، فمن کانت ھجرتہ الی اللّٰہ ورسولہ فھجرتہ الی اللّٰہ ورسولہ، ومن کانت ھجرتہ الیٰ دنیا یصیبھا او امرء ۃ ینکحھا فھجرتہ الیٰ ما ھاجر الیہ ."اس حدیث کی سند میں حضرت عمر اور علقمہ متفرد ہیں، اسی طرح محمد بن ابراہیم تیمی اور یحیٰ بن سعید انصاری بھی متفرد ہیں تو یہ حدیث چار طبقات میں غریب ہے، اس میں مصنف نے شاید یہ اشارہ کیا ہوگا کہ حدیث کے پڑھنے کے لیے یا غریب بن جایا کالغریب بن جا، یا مسافر بنو جو دور سے آئے یا مسافر کی طرح بنو کہ صرف کتاب سے تعلق ہو اور باقی چیزوں سے زیادہ تعلق نہ ہو۔

"انما لامریءٍ ما نویٰ " کی تشریح:

پھر حدیث میں فرمایا:"انما الاعمال بالنیات، وانما لامریء ما نوی :"اس میں بھی مختصرا یہ عرض کرتا ہوں کہ اس حدیث میں چھ چیزوں کی طرف اشارہ ہے:

☆......علم حاصل کرنے کے لیے محنت، یہ عمل ہے، اس میں اچھی نیت کرو، اللہ کے لیے کرنا ہو۔

☆......یہ "مانوی "میں "ما" عام ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ علم کی محنت میں جتنے متعلقات ہیں، ان متعلقات

میں بھی اچھی نیت کرو کہ میں یہ علم کے لیے کر رہا ہوں، کپڑے بنانے ہیں تو یہ علم کے لیے، ٹوپی، اسی طرح کتاب کا خریدنا ہے، کھانا پینا ہے اور مال خرچ کرنا ہے، سب میں اللہ کے راستے میں کر رہا ہوں، جب اللہ کے راستے میں کریں گے تو اللہ تعالی نے قرآن کریم میں فرمایا ہے: جو اللہ کے راستے میں مال خرچ کرتا ہے کم از کم اس کو سات سو کا درجہ ملتا ہے، سات سو درجات یا سات سو مرتبے کس کو کہتے ہیں؟ وہ آیتِ کریمہ میں تلاوت کروں تو اس میں ٹائم لگ جائے گا ،لیکن اللہ تبارک وتعالی نے یہ فرمایا ہے۔تو "انما لامریء ما نوی " میں دوسری بات یہ ہے کہ علم کے جتنے متعلقات ہیں ان میں اچھی نیت کرو کہ میں علم کے مقدمے کے طور پر یہ سب کام کر رہا ہوں، جو کوئی ایک درہم خرچ کریں، اپنے اوپر ایک روپیہ خرچ کریں، سو روپے خرچ کریں تو آپ یہ کہیں کہ یہ فی سبیل اللہ ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِاۘئَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ. اللہ تعالی بہت زیادہ دیتے ہیں۔

☆......اس کے بعد فرمایا:"**فمن كانت هجرته الٰی دنیا یُصیبها** "،اور دوسری روایت میں "**فمن كانت هجرته الی الله ورسوله** "ہے،اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ طالبِ علم کے لیے ہجرتِ ظاہری بھی ہونی چاہیے اور ہجرتِ حقیقی بھی ہونی چاہیے، ہجرتِ ظاہری یہ ہے کہ دنیا کی چیزوں سے تعلق نہ رکھے، صرف علم سے تعلق رکھے، پھر بعد میں علم کی تبلیغ کی نیت سے اقارب واباعد سب سے تعلق رکھے، لیکن علم حاصل کرنے کے وقت اس طرح بدل جائے ، جیسے مہاجر، مہاجر اپنے وطن کو چھوڑتا ہے، یہ اپنے شہر کو چھوڑے گا اور اگر اپنے شہر میں رہے گا تو کالمسافر ہو گا۔

☆......اور نمبر چار ہجرتِ حقیقی ، ہجرتِ حقیقی کے متعلق آپ نے پڑھا ہے:"**والمهاجر من هجر ما نهى الله عنه.**" منہیات کو چھوڑے۔

☆......نمبر پانچ اور چھے یہ ہے:"**ومن كانت هجرته الیٰ دنیا یصیبها .**" آپ کی ہجرت، ہجرتِ مالی نہ ہو، یہ دیکھیں کہ کراچی میں آئے تو کراچی میں یہ ملے گا، یہ ملے گا، ہجرتِ مالی نہ ہو اور "**الیٰ امرء ةٍ ينكحها** " میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہجرتِ جمالی نہ ہو۔

یہ چھے نمبر ہیں جن کی طرف امام بخاری رحمہ اللہ نے اشارہ فرمایا ہوگا، بس اتنا کافی ہے۔ وصلی اللہ علیٰ محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین. دورہ حدیث کے طلبہ، متخصصین، اساتذہ، فضلا، سب کو میری طرف سے اجازت ہے۔ اللہ تبارک وتعالی علم، عمل اور دعوت کے سلسلے کے لیے، ہم سب کو قبول فرمائے۔ آخر میں حضرت کی دعا پر مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

☆......☆......☆